کس سے پردہ کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے
اسلام میں
پردہ کی اہمیت
ہر ماں، بہن اور بیٹی کے لیے ایک ضروری کتاب

ہر ماں بہن اور بیٹی کے لیے

ایک ضروری کتاب

اسلام میں پردہ کی اہمیت

مولانا اشرف علی تھانویؒ

تحسین پبلشرز
کمیٹی چوک راولپنڈی
احاطہ شاہ بربال اردو بازار لاہور

ضابطہ

اس کتاب کی کتابت، کمپوزنگ اور ٹائٹل
ڈیزائننگ تحسین آرٹ سٹائل میں کی گئی اور
فضل شریف پرنٹرز نے طبع پرنٹ کیا
لہذا جملہ حقوق بحق تحسین پبلشرز محفوظ ہیں

قیمت 12 روپے

تحسین پبلشرز
مجوب پلازہ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی
احاطہ خانہ دربار، اردو بازار، لاہور

عوامی کتاب گھر لاہور • مکتبہ دیوبند قصہ خوانی بازار پشاور
فاضل مقبول اینڈ سنز لاہور • کتب خانہ مقبول عام فیصل آباد
رشید اینڈ سنز بک سیلرز قصور • کتابستان شاہ عالمی [illegible] لاہور
اسلامی کتب خانہ بلاک سرگودھا • چوہدری بک ڈپو دینہ
حاجی نذر حسین اینڈ سنز راولپنڈی • حافظ بک ایجنسی سیالکوٹ
غوثیہ کتب خانہ گوجرانوالہ • لالہ بک سنٹر سیالکوٹ

تمہید

جناب ایڈیٹر صاحب نے عورتوں کے پردۂ مروجہ کے متعلق ایک سوال حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تھا تاکہ اس کے متعلق شریعت کا حکم معلوم کیا جاوے۔ چنانچہ حضرت نے اس کا جواب نہایت جامع و مدلل تحریر فرما کر ارسال فرما دیا تھا جو الانصار سورخہ ۲۳؍ جون ۱۹۲۸ء میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اس جواب کو دیکھ کر بعض خیر خواہان دین کی خواہش ہوئی کہ اس کی تسہیل شرح ہو جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ عام طور پر دین اور علوم دین سے اس قدر بے تعلقی ہو گئی ہے کہ مضامین دینیہ کا سمجھنا لوگوں پر بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت نے اس کو منظور فرمایا اور برادر مکرم مولوی ظفر احمد صاحب کو تسہیل فرما دی۔

اب علی الترتیب اول ایڈیٹر صاحب الانصار کا سوال اور پھر اس کے نیچے بطور شرح کے اصل مضمون کی شرح نقل کی جاتی ہے۔ جس سے امید ہے کہ طالب حق کو تسلی ہو جائے گی۔ ہاں جو لوگ ایک رائے قائم کر چکے ہیں اور دین سے بے تعلقی اختیار کر چکے ہیں اور حیاء و شرم کو بالائے طاق رکھ چکے ہیں۔ ان کے لئے ایسے ایسے ہزاروں رسالے بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ امید ہے کہ اس پوری تحریر کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے اور پردہ جو مستورات کے لئے مایہ ناز اور محافظ عصمت ہے اس میں کمی فرما کر خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق نہ بنیں گے۔ والسلام

احقر مدیر

پردہ کی حقیقت

سوال: حضرت مولانا[1] مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج اقدس؟ چند سوالات لکھتا ہوں امید کہ جناب ان کے جوابات سے مشرف فرمائیں گے۔

ا۔ پنجاب میں شریف عورتیں بلا استثناء برقعہ اوڑھ کر پیدل یا تانگہ میں سوار ہو کر رشتہ داروں سے ملنے یا دوسری دینی و دنیاوی ضرورتوں سے بے تکلف باہر جاتی ہیں۔ اسے وہاں کوئی معیوب نہیں سمجھتا کیونکہ وہاں پردہ کا مفہوم یہی ہے کہ عورت اپنا چہرہ جسم اور زینت غیر محرموں سے مخفی رکھے اور وہاں شرفاء اراذل میں بلا امتیاز چیز یہی ہے کہ ادنیٰ طبقہ کی عورتیں کھلے چہرے پھرتی ہیں۔ شریف خواتین برقعہ اوڑھ کر جاتی ہیں۔ غرض پردہ مروجہ شرفاء پنجاب شرعی پردہ کہلا سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو ان کے پردے میں شرعی محدود و قباحت کیا ہے؟

---

[1] حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مراد ہیں۔

۲۔ یہاں دیوبند میں دیکھا گیا کہ شریف عورتیں نقاب و ستر کے ساتھ باہر نکلنا بھی معیوب خیال کرتی ہیں اور اس سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ کیا مسلمات ایسے ہی پردہ کی مامور ہیں یا چہرہ اور جسم چھپا کر باہر نکلنے کی اجازت ہے؟

۳۔ اگر ہر جوان عورت کے لئے غیر محرموں سے چہرہ چھپانا واجب اور ضروری ہے تو گھر کی خادمائیں اور باندیاں جو زر خرید نہیں ہوتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا نہیں؟ بصورت اول استثناء کی شرعی دلیل کیا ہے۔ بصورت ثانی گھر کے مرد جوان کے چہرے کی طرف بلا تکلف دیکھتے اور ان سے ہم کلام ہوتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

۴۔ بعض گھروں میں جوان یا بڈھے مرد کام کاج کے لئے نوکر رکھے جاتے ہیں اگر کسی فتنہ کا خوف نہ ہو تو گھر کی مستورات کا ان کے سامنے چہرہ کھولنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

۵۔ سیاہ فام بد صورت جوان عورت جس کے چہرہ کھولنے میں

کسی فتنہ کا خوف نہیں۔ اگر وہ چہرہ نہ چھپائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

۶۔ کسی سلیم الفطرت، مامون من الشہوت جوان آدمی کا کسی غیر محرم خوبصورت جوان عورت سے بلا ضرورت شدید ہم کلام ہونا اور گفتگو کرتے ہوئے بلا شہوت اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔ بصورت ثانی عدم جواز کی دلیل کیا ہے۔ یہ بات پیش نظر خاطر اطہر رہے کہ بعض صحابیاتؓ کھلے چہرے کے ساتھ حضور سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوتی تھیں اور خاکسار کو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انہیں پردہ کا حکم دیا ہو۔

۷۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آیت حجاب صرف امہات المومنین کے لئے نازل ہوئی تھی۔ عام مسلمات اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ کیا یہ خیال صحیح ہے؟ والسلام

(خاکسار ابوالقاسم) ۸/ جون ۱۹۲۸ء

جواب منجانب حضرت حکیم الامتہ رحمتہ اللہ علیہ[1]

مسلمان عورت جو آزاد ہو زر خرید باندی نہ ہو بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو جوان ہو یا بوڑھی اس کے لئے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں۔ ایک یہ کہ بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک بجز پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے اور یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

دوسرے یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے یہ درمیانی درجہ کا پردہ ہے تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑے پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے اور یہ تینوں درجے قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ اور شریعت میں ان کا حکم موجود ہے۔ چنانچہ آیت وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا الخ

---

[1] یعنی یہ اصل جواب کی شرح و تفصیل ہے

اور حدیث یا اسماءُ اِنَّ المَرأةَ اِذَا بَلَغَتِ المَحِیضَ لَن یَصلُحَ اَن یُریٰ مِنھَا اِلّا ھٰذا وَ اَشَارَ اِلیٰ وَجھِہٖ وَکَفَّیہِ رواہ ابو داؤد میں پہلے درجہ کا ذکر ہے۔ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے (غالباً) کھلا ہی رہتا ہے جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے (کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو فقہاء نے قیاساً اس میں داخل کیا ہے) حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو سوا اس کے اور اس کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی پر اشارہ فرمایا اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ایک آیت میں ہے یُدنِینَ عَلَیھِنَّ مِن جَلَابِیبِھِنَّ کہ عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔ اور ایک حدیث میں جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے وارد ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (تو عید کی نماز کو کیونکر جائے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر اڑھاوے اور ایک حدیث میں ہے جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنی ازار کو (پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائے تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایک ہاتھ لٹکا لیا کرے۔ ان احادیث و آیت میں پردہ کے دوسرے درجہ کا ذکر ہے۔ اور ایک آیت میں ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اور اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہا کرو) اور ایک آیت میں ہے وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو) اور ایک آیت میں ہے وَلَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ الآیہ (اور عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ خود نکلیں) اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ام سلمہ و میمونہ رضی اللہ عنہما سے) فرمایا کہ ان سے پردہ کرو) یعنی عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا سے) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں

نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں
سکتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پھر تم بھی اندھی ہو
کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں اس کو امام احمد و ترمذی و ابو داؤد نے
روایت کیا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے فرمایا کہ تم اس سے
(یعنی زمعہ کے باندی زادہ سے) پردہ کرو۔ (حالانکہ آپ نے یہ
فیصلہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے کیونکہ اس کی باندی کے بطن
سے ہے مگر حضرت سودہؓ کو اس سے پردہ کا) اس لئے (حکم دیا) کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت زیادہ
پائی (اور عتبہ کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانون شرعی سے
رد کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر حضرت سودہؓ کو نہیں دیکھا۔
اس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے) اور ایک حدیث میں ہے
اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ کہ عورت
پردہ میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو
تاکتا ہے (اور اس کے درپے) ہوتا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت

کیا ہے۔ ان آیات واحادیث میں پردہ کے تیسرے درجہ کا ذکر ہے۔ ان سب آیات واحادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب و لازم ہونا معلوم ہو گیا اور یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کا حکم کیا ہے۔ البتہ ان میں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں سے کوئی درجہ واجب نہ رہے بلکہ اس تفاوت کے ساتھ بھی تینوں درجے واجب ہیں کیونکہ درجات کے تفاوت سے نفس وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا فرض اعتقادی اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر فرض دونوں ہیں۔ اور نفس فرضیت دونوں میں موجود ہے اور چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں اور دوسرے تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارض کی وجہ سے واجب ہے۔ اس لئے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارض ہی پر ہے جہاں وہ

عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجے ہوں گے اور جہاں عارض
موجود نہ ہوگا وہاں یہ درجے بھی واجب نہ ہوں گے اور وہ عارض
فتنہ کا اندیشہ ہے جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد ہے اَسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ الحديث کہ جب عورت باہر
نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس
کی دلیل ہے فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ کہ جس کے دل میں
خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا۔ رہا یہ کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے۔
اور کہاں نہیں۔ اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی بلکہ قرآن
میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے وَالْقَوَاعِدُ
مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ
يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِينَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ
لَّهُنَّ ط (ترجمہ) اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید
نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد)
کپڑے اتار رکھیں (جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے) بشرطیکہ
زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں
تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بوڑھی

عورتیں نکاح کے قابل نہیں رہیں ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں جس سے مراد تمام بدن ہے۔ ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا دوسری آیت میں ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا جس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے (جیسے برقع وچادر) تو اس میں گناہ نہیں لیکن اگر یہ بڑی بوڑھی اس سے بھی احتیاط رکھیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ کا مطلب یہی ہے۔ اس آیت نے بتلا دیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے جو نکاح کے قابل نہیں رہیں اور ان کے سوا جوان اور ادھیڑ عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے جس پر دوسرے اور تیسرے درجہ کے واجب ہونے کا مدار تھا اور جب شارع نے جوان اور ادھیڑ عورتوں کے بارے میں یہ حکم کر دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے۔ اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار

نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں لقولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے (یعنی اختیار باقی نہ رہے گا۔ بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے) یہ تفاوت تو ان درجوں میں احتمالِ فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمالِ فتنہ شرط نہیں بلکہ وہ ہر حال میں واجب ہے۔ اور دوسرے تیسرے درجہ کے واجب ہونے کے لئے احتمالِ فتنہ شرط ہے۔ ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اول اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ پردہ کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں۔ جس کی دلیل بخاری کی یہ حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہؓ قضاء حاجت کے لئے نکلیں۔ (پھر کچھ قصہ اس کا

بیان کر کے فرمایا کہ) حضرت سودہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی ایک حاجت کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے حضرت عمرؓ نے ایسا ایسا کہا (یعنی یوں کہا کہ اے سودہؓ خدا کی قسم تم ہم سے چھپ نہیں سکتیں۔ مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہئے کیونکہ تم چادر برقعہ پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں سکتیں) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی تم کو اجازت دے دی ہے (تفسیر سورۃ الاحزاب) مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کونسی ضرورت کس درجہ میں موثر ہے اور کس درجہ میں موثر نہیں۔ چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان اور ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر واجب ہے اس سے بجز سخت مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے۔ جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی بدون ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جوان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ بوڑھی عورتوں کو۔ اور دوسرے درجہ سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے بوڑھیوں پر واجب نہیں۔ سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے گو

بہت سخت مجبوری نہ ہو یعنی اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہوگا گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے جیسا پہلے مذکور ہوا اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدون سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا حرام ہوگا۔ چنانچہ فقہاء کا یہ حکم اسی قاعدہ پر مبنی ہے۔ وتمنع الشابة وجوبًا عن کشف الوجه بین الرجال لالانه عورة بل الخوف الفتنة کذا فی الدر المختار وغیره واللفظ للدر (ترجمہ) اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے وجوب کے درجہ میں منع کیا جائے گا۔ نہ اس وجہ سے کہ چہرہ ستر بالذات میں داخل ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے (تو ستر العارض ہوا) یہ در مختار کے الفاظ ہیں اور یہ مسئلہ فقہ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے اور سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہوگا بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے۔ جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونا یا اس کا اس کو چھونا یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور اس

سخت مجبوری کی صورت میں اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔ اور حدیث میں جو آیا ہے لعن الله الناظر والمنظور الیه (مشکوۃ صفحہ ۲۲۵ نظامی) کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جس کو دیکھا جائے تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جبکہ اس نے بدون سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو ورنہ اگر سخت مجبوری سے اس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس گھورنے سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے۔ گو سخت مجبوری یا بہت سخت مجبوری کی صورت نہ ہو مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو۔ اور اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لئے جائز ہوگا اور بدون ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہوگا۔ اور اس دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے۔ اس میں

چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی اور تنگی نہیں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا۔ مثلاً عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان المراة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی کذا و کذا (یعنی عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرے تو وہ ایسی ویسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ اس کو ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے) اور ارشاد فرمایا ولکن لیخرجن وهن تفلات لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں (ضرورت کے وقت باہر نکلنا چاہئے (اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا۔ صفحہ ۹۱ جلد اول حدیث حسن ہے) خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ مستحب ہے۔ اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی جو کہ واجب ہے کچھ سہولت و وسعت کر دی گئی اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لئے پہلا درجہ بھی واجب ہے اور بہت سخت

مجبوری میں اس میں کچھ سہولت و وسعت بھی ہے۔ اور دوسرا اور تیسرا درجہ بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع میں کچھ سہولت و وسعت بھی ثابت ہے۔ یعنی اگر سخت مجبوری کا درجہ ہو گو بہت سخت مجبوری نہ ہو تو چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ و فساد کے احتمال کا انسداد بھی کر لیا جائے۔ یعنی سر اور کلائی اور پنڈلی وغیرہ کا کھولنا حرام ہو گا اسی طرح زیب و زینت کے ساتھ اجنبی کے ساتھ آنا حرام ہو گا اور اگر سخت مجبوری کے درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت میں برقع کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا جوان عورت اور ادھیڑ عورت کو جائز ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہو گا۔ اسی طرح زیب و زینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہو گا والسر[1] فی کون الضرورة فی الدرجة الاولی اشدونی الثانية شديدا وفی الثالثة مطلقة كون الرجوب فی الاولی اكدو فی الثانية اكيدا وفی الثالثة مطلقاً فلا بد من ان يكون المغير مبينا للفاعل

[1] اس عبارت کی تفصیل نہیں کی گئی کیونکہ یہ شبہ علمی نکتہ ہے جس سے عوام کو تعلق نہیں۔

وهو العذر مماثلا فی القرة للمغیر مبنا للمفعول وهو الوجوب وهذا ظاهرٌ فافهم ط

اس مقام کے متعلق ایک ضروری بات قابل اطلاع یہ ہے کہ اوپر جو احکام مذکور ہوئے ہیں۔ ان میں سے جن احکام کا مدار اندیشہ فساد و فتنہ کے ہونے یا نہ ہونے پر۔ ان میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں رائے کے اختلاف سے حکم شرعی بدل سکتا ہے (اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں ہیں کیونکہ پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعیین کر دی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور ضرورت کا درجہ کونسا ہے۔ اس میں کسی کی رائے اور فہم کا کوئی دخل نہیں) مگر جن احکام میں رائے اور فہم کو دخل بھی ہے ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں اور ضرورت کا تحقق ہے یا نہیں ان ہی کو ہے جن میں فتوی دینے کی لیاقت و قابلیت موجود ہو یعنی جن میں علم دین اور تقوی و اخلاص موجود ہو اور اس کے ساتھ ان کی رائے اور فہم بھی صحیح ہو تا اہلوں کی بات اس بارے میں ہرگز نہ سنی

جائے گی۔ خاص کر ایسے نااہلوں کی جن میں قابلیت کی ایک شرط بھی کسی کمزور درجہ میں بھی نہ پائی جائے بلعہ برعکس اس کے نااہلیت کی تمام شرطیں قوی درجہ میں موجود ہوں جیسا کہ اس وقت جو لوگ پردہ کے مخالف ہیں اور اس رسم کو مٹانا چاہتے ہیں وہ سب اسی قسم کے ہیں جن کی لیاقت کی حالت یہ ہے محض انگریزی پڑھ کر یا قرآن کا ترجمہ دیکھ کر یا برائے نام عربی ادب کی چند کتابیں پڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔ سو یہ تو کسی شمار میں ہی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی (کہیں) برابر ہو سکتے ہیں؟ اور جیسا کہ عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

نہ ہر کہ چہرہ افروخت دلبری داند　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست　نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور حالات کے بدلنے یا رائے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ احکام شریعہ زمانہ اور وقت

کے تابع ہیں۔ جیسا بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پائی جاوے تو یہ حکم ہے نہ پائی جاوے تو دوسرا حکم ہے اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے جس نے قید کو موجود پایا ایک حکم کر دیا۔ جس نے اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہؓ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدثت النساء بعده لمنعهن كما منعت نساء بنى اسرائيل (رواه مسلم)(ترجمہ) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرما لیتے جو عورتوں نے آپؐ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ ان کو (مساجد و عیدگاہ میں جانے سے) روک دیتے۔ جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا

تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (اپنے اخیر وقت میں) عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے (کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا کریں چنانچہ ارشاد ہے لصلوۃ المرأۃ فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها (رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید) کہ عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا آنگن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے (اس کو طبرانی نے اوسط میں سند جید سے روایت کیا ہے) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورت بھی زیادہ تھیں ..... اور عام طبائع میں نیکی کا غلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی۔ جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا اور اسی قاعدہ پر فقہاء نے

۱۰۔ پچھلے زمانہ کے علماء۔ ۱۲

متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے جس میں انہوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھہرایا ہے ویکرہ الخلوۃ بالصهرۃ الشابة لفساد الزمان کہ جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتی ہے احتجبی منه یا سودة جیسا کہ اوپر گزر چکا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا) جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے (کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً حضرت سودہؓ کا بھائی تھا) دیتا ید هذه الفتوی بما فی الترغیب[1] عن عقبة بن عامرؓ ان رسول الله صلی الله وسلم والترمذی ثم قال و معنی کراهته الدخول علی النساء علی نحو ماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان الحمد بفتح الحاء المهملة وتخفیف المیم والباث الرواؤ بالهمزة ایض هو ابو الزوج ومن اولی به

---

[1] اس عبارت کی تسہیل نہیں کی گئی کیونکہ عوام کو اس کی ضرورت نہیں۔ ۱۲ ظ

کالاخ والعم وابن العم ونحوهم وهو المراد ههنا كذا فسره الليث بن سعد اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ فقہاء کا یہ فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے۔ اور اسی کی نظیر فقہاء کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے جس کا اعتبار مولفۃ القلوب کے بارہ میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مالدار نو مسلموں کو باوجود مالدار ہونے کے محض دلجوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضورؐ کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا کیونکہ اب ان مالداروں کی دلداری اور دلجوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی جبکہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔ اور اسی قاعدہ پر امام صاحب اور صاحبینؒ کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ امام صاحب نے بوڑھی عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب و عشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے اور صاحبینؒ نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے اور ہر ایک کے قول کی جدا علت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لئے بالاتفاق سب اوقات

میں ممانعت ہے ملاحظہ ہو ہدایہ۔ مقدمہ ختم ہوا اور اسی مقدمہ میں اجمالی طور سے تمام سوالوں کا جواب بھی آگیا۔ اب صرف اتنا کام رہ گیا کہ تفصیل کے ساتھ ہر سوال کے جواب کو اس پر منطبق کر کے دکھلا دیا جائے اور بعض سطحی شبہات کا جواب دے دیا جائے جو سرسری نظر میں واقع ہو سکتے ہیں۔ سو اس کو بھی عرض کرتا ہوں۔

جواب سوال اول :- یہ صورت جائز نہیں کیونکہ اس میں پردہ کا ایک درجہ جو واجب تھا فوت ہو گیا اور وہ تیسرا درجہ ہے اور اس کو بلا ضرورت چھوڑ دیا گیا کیونکہ تانگہ پر پردہ ڈال کر بھی تو نکل سکتی ہیں (پھر محض برقع پر کیوں کفایت کی گئی) اور اگر برقع بھڑکدار ہے تو دوسرا درجہ بھی فوت ہوا کیونکہ جن صورتوں میں برقع کے ساتھ نکلنے کی اجازت ہے ان میں یہ شرط ہے کہ زیب و زینت کے لباس میں نہ نکلیں۔

جواب سوال دوم :- ہاں مسلمان عورتوں کو ایسا ہی پردہ کرنا چاہئے کیونکہ ایسے پردہ کا حکم شریعت میں ثابت ہو چکا ہے جیسا اوپر گزرا۔ جس میں صرف ضرورت کے وقت کچھ آسانی اور

وسعت ہو جاتی ہے۔

جواب سوال سوم :- تمام بدن کو چھپا کر صرف چہرہ کھول کر نا محرموں کے سامنے (خادمہ کا) آنا یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے جو ضرورت اور مجبوری کے وقت کافی ہے باقی (گھر کے مردوں کو اس حالت میں خادمہ کے چہرہ کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے اس کی اجازت نہ ہوگی۔ حدیث میں "لعن اللہ الناظر وارد ہے (کہ خدا تعالیٰ نے دیکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے یعنی جو بلا ضرورت نامحرم کو دیکھے) اور بات چیت اگر ضرورت سے ہے تو ضرورت کی حد تک جائز ہے اور بلا ضرورت لذت نفسانی کے لئے بات چیت کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے اللسان تزنی کہ زبان بھی زنا کرتی ہے (اس کو ایک طویل حدیث میں بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

جواب سوال چہارم :- نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنا عورت کو حرام ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ خصوصاً جبکہ اس صورت میں غالب بلکہ یقینی یہ ہے کہ عورتیں (سر وغیرہ کے چھپانے کا بھی اہتمام نہیں کرتیں اور ان نوکروں کے سامنے) کھلے سر پھرتی

ہیں اور بعض دفعہ خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آجاتی ہے جو کہ حرام ہے اس لئے یہ صورت بھی جائز نہیں۔

جواب سوال پنجم :- سیاہ و سفید کے احکام میں شریعت نے کوئی فرق نہیں کیا بلکہ جوان عورت کو ہر حال میں محلِ فتنہ قرار دیا ہے۔ اس لئے سیاہ فام بد صورت عورت کو بھی بلا ضرورت چہرہ کھولنا حرام ہے۔ نیز مشاہدہ یہ ہے کہ بعض لوگ سیاہ فام عورتوں کو گوری عورتوں سے زیادہ پسند کرتے ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

اے پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک

ہرگز سیاہ چہرہ ندیدم بدیں نمک

اور یہ بات مسلّم ہے لِکُلِّ ساقِطَۃٍ لاقِطَۃ کہ ہر گری پڑی چیز کے لئے کوئی اٹھانے والا ضرور ہوتا ہے۔

جواب سوال ششم :- (سلیم الفطرت نیک دل پاکباز مرد کو بھی اجنبی جوان عورت سے بدون سخت مجبوری کے بات چیت کرنا اور بدون شہوت و بدنیتی کے اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا) جائز نہیں۔

دلیلیں اوپر گزر چکی ہیں۔ اور یہ کہیں ثابت نہیں کہ صحابہؓ کی عورتوں کا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) چہرہ کھولنا بلا ضرورت تھا (بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے تھا) پھر ضرورت کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کیسے منع فرماتے۔ خصوصاً جبکہ آپؐ حکم شرعی کو عام طور پر اپنے ارشادات میں ظاہر بھی فرما چکے تھے تو اس کے بعد بعض عورتوں کا چہرہ کھول کر آپ کے سامنے آنا۔ یقیناً) ضرورت کی وجہ سے تھا اور یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف قصداً نظر فرماتے تھے۔ اور یہ ثابت ہے کہ اس وقت بے پردگی کی عام طور سے عادت تھی۔ چنانچہ یہ احادیث ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ عید کے دن حیض والی عورتوں اور پردہ میں بیٹھنے والیوں کو بھی (عید گاہ میں) لے جائیں۔ حدیث میں اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس میں ذوات الخدور کا لفظ (جس کے معنی پردہ میں بیٹھنے والیاں ہیں) اس دعویٰ کو ثابت کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانے میں بے پردگی کی عام عادت نہ تھی۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط دینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ الحدیث اس کو ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا ہے (مشکوٰۃ) اس میں عورتوں کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرے درجہ کا (کمرا) پردہ کرنا مذکور ہے۔

۳۔ ابو السائب ابو سعید خدریؓ سے ایک نوجوان (صحابی) کے قصہ میں جس کی شادی کو کچھ ہی دن گزرے تھے روایت کرتے ہیں کہ (وہ نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر گیا) تو اس کی بیوی دروازہ پر کواڑوں کے بیچ میں کھڑی ہوئی تھی نوجوان نے اپنا نیزہ اس کی طرف سیدھا کیا تاکہ اس پر حملہ کرے اور جوش غیرت سے بے تاب ہوگیا۔ الحدیث اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (مشکوٰۃ) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پردہ

کی رسم اس زمانہ کے لوگوں کی طبیعتوں میں ایسی جمی ہوئی تھی کہ نوجوان صحابیؓ دروازہ پر اپنی بی بی کو کھڑا دیکھ کر طیش سے بیتاب ہو گئے اور قصہ افک میں (جس میں منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا بہتان لگایا تھا) صحابہ کا خالی ہودج[1] کا اونٹ پر باندھ دینا اور یہ خیال کرنا کہ اس میں حضرت عائشہؓ بیٹھی ہیں نہایت مضبوط تائید ہے اس وقت کی ڈولی کی رسم کی اور کہاروں سے بی بی کے نہ بولنے کی (ورنہ ہودج باندھنے والوں کو حضرت عائشہؓ کی خاموشی سے شبہ ہوتا کہ شاید ہودج خالی ہے ان سب احادیث میں صاف صریح ہے کہ اس زمانہ میں ایسا ہی پردہ تھا جیسا آج کل ہمارے اطراف کے شرفاء کی عورتوں میں رواج ہے۔

جواب سوال ہفتم :۔ اول تو یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے (بدون دلیل کے) محض خیال کافی نہیں۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حکم امہات المومنین کے ساتھ خاص ہے تو

[1] ہودہ

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہر جہت سے ان کے ساتھ
خاص ہے بلکہ ممکن ہے کہ پردہ کا تیسرا درجہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں تو اپنی ذات
سے واجب ہو اور عام مسلمان عورتوں کے حق میں عارض
کی وجہ سے واجب ہو۔ اس صورت میں یہ درجہ واجب
ہونے میں تو سب کے لئے برابر ہو گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے
کہ اس پردہ کے واجب ہونے کی علتیں مختلف ہوں۔ ایک
یہ کہ محض عزت واحترام کی وجہ سے واجب ہوئی تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ خاص ہو۔ دوسرے
یہ کہ فتنہ وفساد کا دروازہ بند کرنے کے لئے واجب ہو یہ
سب عورتوں کے لئے عام ہو۔ اور علی الاطلاق یہ دعویٰ
کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ پردہ کا تیسرا درجہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ خاص ہے جبکہ دلائل سے
اس کا عام طور پر واجب ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ جیسا اوپر
مذکور ہوا۔ پھر جن آیتوں میں ازواج مطہراتؓ کو
اس پردہ کا حکم دیا گیا ان میں حق تعالیٰ نے حکم کے ساتھ

بھی اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے۔ اور وہ علت یہ ہے
ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (کہ یہ پردہ تمہارے
دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے)
اور یہ علت سب میں مشترک ہے بلکہ ازواج مطہرات کے
سوا دوسری عورتوں میں اس کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ
حضرات ازواج مطہرات میں تو دونوں طرف فتنہ و فساد
کے اسباب موجود نہ تھے اور دوسری عورتوں میں دونوں
طرف ایسے اسباب معدوم نہ تھے اور جب حکم کے ساتھ
اس کی علت بھی مذکور ہو تو حکم کا مدار علت پر ہوگا۔ جہاں
علت موجود ہوگی وہاں حکم بھی ضرور ہوگا اور یہ بات بہت
ظاہر ہے تو اب یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ کیونکر
خاص ہو سکتا ہے۔

الحمد للہ بقدر ضرورت جوابات ختم ہو گئے۔ اگر زیادہ تفصیل
کی ضرورت ہو تو حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ
القول الصواب فی تحقیق مسئلۃ الحجاب اور لطائف رشیدیہ

ل یہاں سے ختم تک کی عبارت کی تسہیل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ۱۲

مولفہ حضرت مولانا گنگوہیؒ ملاحظہ فرمایا جاوے اب ایک بات بطور تذئیل کے عرض کر کے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

تذئیل ؎

اگر اس وقت بے پردگی یا کم پردگی کی اجازت دی جائے قطع نظر ترک واجب کے جس کا دلیل اثبات ہو چکا ہے۔ یقینی بات ہے کہ چند روز میں اس کی ایسی نوبت پہنچ جائے گی جس کی لال احیان پردہ کو بھی کہیں بدائے نام گنجائش نہ ملے گی۔ پھر یہ حامیان پردہ میں داخل ہو کر انتظام کرنا چاہیں گے اور ان کے قابو سے نکل جائے گا۔ اور پچھتائیں گے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ

یوم الجمعہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

تتمہ تذئیل

قولہ ترک واجب الخ اقول اس واجب کا مصداق نفس پردہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور واجبات بھی پردہ کے متعلق متروک

؎ القرآن بالاعراب قیمت ۳۰ پیسے پتہ: ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳

ہوں گے جو احادیث میں منصوص نہیں۔ مثلاً (۱) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورتیں بدون سخت مجبوری کے نہ نکلیں گی کیونکہ اس صورت بے پردگی یا کم پردگی میں ان کو گھر میں بیٹھنے کی عادت تو متروک ہو جائے گی اور (۲) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ نکلنے کے بعد وہ سڑک کے کناروں پر دل دل چلیں گی۔ وسط پر نہ چلیں۔ یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں۔

عن لہ ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للنساء نصیب فی الخروج الامضطرۃ الی قولہ ولیس لھن نصیب فی الطرق الا الحواشی رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

(ترجمہ) عبد اللہ ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے (گھر سے) باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں۔ مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں (اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ) عورتوں کے لئے راستوں میں (چلنے کا) کوئی حق نہیں۔ سوائے

لہ اس تحریر میں جو حدیثیں مذکور ہیں ان کا ترجمہ مولوی ظفر احمد صاحب کی طرف سے ہے۔ ۱۲

کناروں کے اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

۳۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب پردہ نہ رہا اور باہر بھی مردوں سے اختلاط ہونے لگا تو پھر وہ بغیر اذن شوہر کے کسی کو گھر میں نہ آنے دیں گی اور

۴۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت اختیار بے پردگی میں وہ باہر نکلنے کے لئے ہمیشہ شوہر سے اذن ضرور ہی لیا کریں گی یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں :-

عن معاذؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل لامراة تؤمن بالله واليوم الاخر ان تاذن في بيت زوجها الا باذنه ولا تخرج وهو كاره ولا تطيع فيه احدا رواه الطبراني الكبير والحاكم في المستدرك والبيهقي مسنده

(ترجمہ) حضرت معاذ (ابن جبل) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بدون اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے۔ نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے۔

۵۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب دل کھل گیا تو وہ قصداً کسی اجنبی کو نہ دیکھیں گی اور

۶۔ اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ان کو کوئی اجنبی نہ دیکھے گا۔ یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں۔

عن علیؓ انه كان عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال اى شئ خير للمرأة فسكتوا قال فلما رجعت قلت لفاطمةؓ اى شئ خير للنساء قالت لا يرين الرجال ولا يرونهن فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال فاطمة بضعة مني رواه البزار والدار قطني في الافراد.

(ترجمہ) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (سب سے دریافت) فرمایا کہ (بتاؤ) عورت کے لئے کونسی بات سب سے بہتر ہے اس پر صحابہؓ خاموش ہو گئے (اور کسی نے جواب نہ دیا) حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے لوٹ کر حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ نہ مردوں کو دیکھیں نہ مردوں کو دیکھیں۔ میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا فاطمہؓ میری لخت جگر ہے (اس لئے خوب سمجھیں) اس کو بزار نے (مسند میں) اور دار قطنی نے افراد میں روایت کیا ہے۔

۷۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت میں ان کو دیکھ کر اجنبی مردوں کے دل میں شیطانی وسوسے نہ آویں جن کا انسداد اب کامل پردے ہو رہا ہے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے

عن جابرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان المرأة تقبل فی صورة شیطان و تدبر فی صورة شیطان رواہ مسلم.

(ترجمہ) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ناگہانی نظر پڑنے کے بعد فوراً نظر کو ہٹا دیا جائے گا اور کامل پردہ میں تو دوبارہ نظر کا تصدق نہیں ہوتا۔ یہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

عن جابرؓ بن عبد الله قال سالت رسول الله صلی الله علیہ وسلم عن نظر الفجاة فامرنی ان اصرف بصری رواہ مسلم.

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق (حکم) دریافت کیا تو مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (فوراً) نظر کو اٹھا لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۹۔ اور اس کا کیا انتظام ہو گا کہ غیر محرم سے بلا ضرورت اور بے تکلف باتیں نہ کیا کریں گی اور بضرورت بات کرنے کے لئے شوہر سے اجازت لیا کریں گی کیونکہ اب تو پردہ کے سبب کثیر کلام کی نوبت نہیں آتی۔ اس لئے قلیل کا انتظام آسان ہے اور خود طبیعت میں بھی خجلت غالب ہے۔

اس کا ذکر ان حدیثوں میں ہے۔

عن عمرؓ وقال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تكلم النساء الا باذن ازواجهن رواه الطبراني في الكبير وعن الحسن مرسلا قال بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحدثن من الرجال الا محرما رواه ابن سعد۔	(ترجمہ) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورتوں سے بدون شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور حسن (بصریؒ) سے مرسلا روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں اس کو ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ بالخصوص شوہر کے اقارب کو بے تکلف آمد و رفت اور خلا ملا سے روکا جا سکے گا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن عقبةؓ بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والدخول على النساء فقال يارسول الله صلى الله عليه وسلم ارايت الحموا قال الحموا الموات رواه البخارى ومسلم.	(ترجمہ) عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو کسی نے کہا یا رسول اللہ شوہر کے بھائی (یا باپ وغیرہ) کا کیا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شوہر کا بھائی (باپ وغیرہ) تو موت ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے

۱۱۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس بے تکلف اختلاط اور ارتباط میں کبھی خلوت کا موقع پیش نہ آوے گا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطان رواہ الترمذی (من جریدۃ الاتصار الخامس المحرم سنہ ٤٧ھ

(ترجمہ) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا اس میں شیطان ہوتا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے (یہ روایت اخبار الاتصار بابت ۵ محرم ۴۷ھ سے ماخوذ ہیں۔

یہ تو آخرت کی مضرتیں ہیں اور دنیا میں اس مس سے کبھی حرمت ۱ مصاہرۃ بھی لازم آجاتی ہے۔ جس سے عمر بھر کے لئے بی بی حرام ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت میں عورتیں زیب و زینت سے نہ نکلیں گی اور یہی کھلی نکلنے کو ذلت سمجھیں گی۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

---

۱ اس کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھی جائے

عن عائشةؓ قالت بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس فی المسجد اذا دخلت امرأة من مزینة ترفل فی زینة لها فی المسجد فقال النبی صلی الله علیه وسلم ایها الناس انهو انساء کم عن لبس الزینة والتبختر فی المسجد فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتے لبس نساء هما الزینة وتبختروا فی المساجد رواه ابن ماجه۔

(ترجمہ) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ مزینہ کی زیب و زینت کے لباس میں مٹکتی ہوئی مسجد میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجد (وغیرہ) میں مٹکنے سے روکو۔ کیونکہ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک ان کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں (وغیرہ) میں مٹکنا اختیار نہیں کیا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

سوال اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورتیں باہر نکلنے کے وقت عطر وغیرہ نہ لگا دیں گی اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن ابی موسیٰ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأة استعطرت نموت علی قوم لیجدوا ریحھا فھی زانیة و کل عین زانیة رواہ النسائی وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحھما اورواہ الحاکم ایضا وقال صحیح الاسناد (من الترغیب والترھیب للمنذری

(ترجمہ) ابو موسیٰ (اشعری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو عورت عطر لگا کر مردوں کے پاس گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت زناکار ہے اور ہر آنکھ (جو اس کو دیکھے) زناکار ہے اس کو نسائی نے (سنن میں) اور ابن خزیمہ (ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی (مستدرک میں) روایت کیا ہے۔ اور کہا اس کی اسناد صحیح ہے (یہ سب روایات ترغیب و ترہیب منذری سے ماخوذ ہیں)۔

۱۵۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ چہرہ اور کفین سے کھولنے کی

۔ ہتھیلیاں

حالت میں سر اور ساعد اور حلقوم وغیرہ بالکل مستور رہے

گا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے

عن اسماءؓ قال النبی صلی الله علیه وسلم یا اسماءؓ ان المرأة اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منها الا هذا وهذا واشار الی وجهه وکفیه رواه ابو داؤد (وقدمرا الحدیث فی اصل التقریر مع درجة هذا الستر)	(ترجمہ) حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ جائز نہیں کہ مرد اس کے کسی عضو کو دیکھیں سوا اس کے اور اس کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا (کہ بس ان دونوں کا کھولنا جائز ہے) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اصل جواب میں بھی گزر چکی اور وہاں اس پر پردہ کا درجہ بھی بتا دیا گیا ہے۔

۱۲ ؎ کلائی ۱۲ ؎ گلا ۱۲ ؎ چھپا ہوا ۱۲

۱۶۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ شوہر جب عورت کو ان حدود سے ذرا انفساد دیکھے گا تو وہ بالالتزام و بالدوام اس کو زجر کیا کرے گا۔ ورنہ دیوث کی وعید میں داخل ہوگا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن عمارؓ بن یاسر رفعة ثلثة لا یدخلون الجنة ابدا الدیوث والرجلة من النساء ومدمن الخمر قالوا فما الدیوث قال الذی لایبالی من دخل علی اهله للکبیر مطولا.

(ترجمہ) حضرت عمارؓ بن یاسر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ دیوث اور مردانی شکل بنانے والی عورتیں اور ہمیشہ شراب پینے والا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے۔ فرمایا جس کو اس کی پرواہ نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے اس کو طبرانی نے کبیر میں طول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۱۷۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب مردوں اور عورتوں میں خلا ملا ہو جائے گا تو کبھی ایسا موقع نہ ہوگا کہ مرد عورتوں کے

درمیان چلنے لگے۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

(ابن عمرؓ نهى النبى صلى الله عليه وسلم ان يمشى الرجل بين المراتين لابى داؤد (من جمع الفوائد)

(ترجمہ) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے (یہ سب روایت جمع الفوائد سے ماخوذ ہیں۔

۱۸۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ان کے چلنے میں زیور کی آواز مطلقاً پیدا نہ ہوگی اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ

(ترجمہ) اور عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر) نہ ماریں تاکہ (مردوں کو) ان کی مخفی زینت معلوم ہو جائے۔

۱۹۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ باہر نکلنے کے وقت عورتیں

مردانہ جوتے پہنیں گی اس کا ذکر اس حدیث میں ہے

عن ابن ابی ملیکة قال قیل لعائشة ان امراة تلبس النعل قالت لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الرجلة من النساء رواہ ابو داؤد (من المشکوٰة)

(ترجمہ) ابن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی شکل بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۰۔ اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورت کبھی بدون محرم کے سفر نہ کرے گی۔ جس کی ممانعت کی احادیث مشہور ہیں۔

تمت التحریر۔

رفع اشتباہ

... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک پر اس ... صحیح نہیں۔ نہ مرد ویسے رہے نہ عورتیں ویسی رہیں۔

تہ تھیں ۔ و ۔ ت کے نہ باعتبار خیالات کے نہ ضرورتیں اس درجہ کی رہیں اور نہ حدود و تعزیرات باقی رہے جو مفاسد محتملہ کے مانع و قامع تھے ایسے ہی قیاس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

رفع اشتباہ

ان مذکورہ بے انتظامیوں اور بے احتیاطیوں کی حالت میں جو کہ تمہید میں مذکور ہیں اور ان حالات و خیالات کے تفاوت میں جو کہ رفع اشتباہ میں مذکور ہیں خصوص جبکہ اس کے ساتھ تعلیم حال بھی مجتمع ہو جاوے کہ اس وقت اس کی بھی کوشش کی جارہی ہے اور جس کے لئے آزادی و بیباکی لازم سمجھی ہے۔ سو اس مجموعی فضا میں جبکہ عورتیں اس شعر کا مصداق ہو جائیں گی۔

— دیدہ ای تمامی و پرہیزی کنی باز ابر خویش آتش ما تیزی کنی

اور مرد اس شعر کا مصداق ہو جاویں گے۔

لحم گوشت در خانہ خالی بر خوان عقل باور نہ کر در مضاں اندیشد

پھر مصلحین کا قوم سے حفظِ عفت کی فرمائش کرنا (جس کی

ضرورت کا انکار نہیں ہو سکتا) بالکل اس شعر کا مصداق ہوگا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

(کتبہ اشرف علی بعد نصف الشہر من کتابۃ الاصل)

ضمیمہ

اس میں تین جزو ہیں۔ اول کے دو مضمون بعنوان تفریع (بالفاء) و تقریع (بالقاف) اس احقر کے ہیں جس کو رسالہ قبول الصواب فی شمول الحجاب پر (جو کہ بحث پردہ پر ایک نو تعلیم یافتہ کا جدید روشنی والوں کے مذاق کے موافق لکھا ہوا ہے) بطور تائید کے لکھا تھا۔ اور ایک مضمون مولوی حبیب احمد صاحب کا جو ایک اخباری مشورہ کا جواب ہے فتویٰ بالا کے مناسب ہونے کے سبب اس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

جزو اوّل تفریع نقلی و شرعی

جو آیات و احادیث اوپر گزری ہیں اور ان سے جو اصول

مستنبط ہوئے جن کا حاصل سدباب فتنہ ہے۔ ان کی بناء پر فقہائے اسلام نے جو کہ حکمائے امت ہیں جو فتاویٰ ارشاد فرماتے ہیں ان میں سے بعض کو نمونہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے (۱) عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرأت کرنا جائز نہیں (۲) عورت کا حج میں لبیک پکار کر کہنا جائز نہیں (۳) اگر عورت مقتدی ہو (مثلاً اپنے زوج یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے) اور امام کو کچھ سہو ہو گیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار دے تاکہ امام اس کو سن کر سمجھ جاوے کہ میں کچھ بھولا ہوں اور پھر سوچ کر یاد کرلے (۴) جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں (۵) جب قرأت بالجہر و تلبیہ بالجہر اور سہو امام کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ دینا جیسا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے اور سلام جائز نہیں تو بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار سنانا یا خط و کتابت کرنا جو کہ کلام سے زیادہ جذبات کو ہیجان میں لانے والا ہے۔ یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے کیسے جائز ہوگا؟ (۶) اجنبیہ سے بدن دبوانا جائز نہیں (۷) تو اس کا ہاتھ ہاتھ میں لینا جیسا جاہل یا بے احتیاط پیر بیعت

دست بدست کرتے ہیں کیسے جائز ہوگا؟(۸) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلان نفس کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔ (۹) آئینہ پیالی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اس کا دیکھنا جائز نہیں اس مناء پر اس کا فوٹو دیکھنا جائز نہیں(۱۰) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالعکس اگر نفس کو اس میں لذت ہو مکروہ ہے۔(۱۱) رضاعی بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا (گو یہ سب محارم ہیں (مگر فتنہ زمانہ پر نظر کرکے ان سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے (۱۲) عورت کے بال اور ناخن کو بدن سے جدا ہوگئے ہوں ان کا دیکھنا جائز نہیں (۱۳) اجنبی عورت کے تذکرے سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں (۱۴) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے (۱۵) حتی کہ اگر اپنی بی بی سے متمتع ہو اور تصور اجنبیہ کا کرے وہ بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ عروسے ایک حدیث کے شیطان کے جال ہے جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے اسی قدر اس سے 'حضرت مولانا رومیؒ نے دفتر پنجم "سبب گشتن ابراہیم نمرود" کی سرخی میں اس مضمون کو ایک خاص عنوان سے ارشاد فرمایا ہے

گفت ابلیس لعین دادار را — دام زفتے خواہم ایں اشکار را

اس کے بعد اسباب فتنہ کے پیش کیے جانے کا اور ابلیس کے راضی نہ ہونے کا پھر سب کے آخر میں اس زبردست جال کو دیکھ کر اس کے خوش ہونے کا اور اس کو کافی سمجھنے کا ذکر فرمایا ہے ۔

چونکہ خوبی زناں با او نمود — کہ ز عقل و صبر مرداں می ربود

پس زد انگشتک برقص اندر فتاد — کہ بدہ زوتر رسیدم بر مراد

چوں بدید آں چشمہائے پرخمار — کہ کند عقل و خرد در خمار

واں صفائے عارض آں دلبراں — کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں

روئے و خال و ابرو لب چوں عقیق — گوئیا خور تافت از پردہ رقیق

قد چوں سرو خراماں درچمن — خد ہمچوں یاسمیں و نسترن

چونکہ دید آں غنج و برجست او سبک — چوں تجلی حق از پردہ تنک

عالمے شد والہ و حیران و دنگ — زاں کرشمہ وزاں دلال نیک شنگ

جزو دوم تفریح عقلی و طبعی

دلدادگان تہذیب جدید عقل و فطرت و مشاہدہ پر اقدام

دیتے ہیں کہ اس کے پیچھے اکثر شریعت کو رد کر دیتے ہیں۔ مگر اس مسئلے میں کورانہ تقلید یورپ نے ان کے جذبات و فلسفے کو ایسا بگاڑ لیا کہ یہ بھی خیال نہ کیا کہ یہ مسئلہ تو ایسا صریح عقلی بلکہ طبعی ہے کہ اگر شریعت اس سے کچھ بھی تعرض نہ کرتی تو بھی ایک طرف طبعی غیرت اور اخلاقی شرافت اور دوسری طرف واقعات کا مشاہدہ ہر صحیح المزاج سلیم الفطرت کو پردے کی ضرورت پر مجبور کرتا یہ تو شریعت کا احسان ہے کہ ہمارے قوائے حسیہ و نفسیہ کو تعب سے بچا کر مفت اس مسئلے کی تعلیم فرما دی۔ جس کی ان حضرات نے یہ قدر کی ہے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار کے شناسد ظالم از مظلوم زار

اس لئے سخت ضرورت ہے کہ اس مضمون کو ان اشعار دعائیہ کے قبل ختم نہ کیا جاوے ؎

اے خدا اگر میرے دل کو ہے غرض ہے غرض دل کے لئے بس المرض
جب غرض سے دل ہو خالی اے خدا بھر دے اپنے عشق سے سر تا بپا
اور مرے تن میں جائے آب و گل دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

واللہ المجیب لکل دعاء ومنہ الابتداء والیہ الانتہاء۔ سہ ربیع الثانی ۲۸ھ

جزو سوم ایک اخباری مشورہ کا جواب

دربارۂ حجاب

الانصار میں ایک مضمون بعنوان (علماء امت شرعی پردہ کی تشریح کریں) شائع ہوا ہے جو کہ اخبار ہمدرد سے ماخوذ ہے۔ اس میں علماء سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس باب میں ایک متفقہ فتویٰ شائع کریں اور بصورت ایسا نہ ہونے کے دھمکی دی گئی ہے کہ جب رفتار زمانہ نے وہ کچھ کر دیا جو نہ ہونا چاہیے تھا تو کسی کے کیے دھرے کچھ نہ بن سکے گا۔ اور جس طرح انگریزی کی تعلیم کے متعلق مسلمان رو رہے ہیں اور پچھتا رہے ہیں اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کف افسوس ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور اس کے متعلق اپنی رائے کے اظہار یوں کیا گیا ہے کہ غالباً یہ آزاد خیالی کی افراط ہے اور ہمارا مروجہ پردہ تفریط کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الامور اوسطھا کے بموجب نکالا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق ہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علماء سے کسی متفقہ فتویٰ کی توقع رکھنا تو محض فضول ہے۔ کیونکہ علماء

دو قسم کے ہیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو رویوں میں بھی اختلاف لازم ہے اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی نظر سطحی۔ اس لئے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے۔ پھر ہندوستان میں ایسے بھی لوگ ہیں جو علم دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں داخلت کر کے علماء کے منصب کو غصب کر چکے ہیں۔ اب اگر مذہبی علماء اتفاق بھی کر لیں تو ان بہر و پیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا۔ پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدم اتفاق کی صورت میں عورتوں کا پردہ دری پر اتر آنا لازم ہے۔ جیسا کہ مضمون نگار کا بیان ہے تو اب ہمیں بجز فصبر جمیل پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اور ہمیں اس پردہ دری اور اس کے شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اسی طرح آمادہ رہنا چاہئے جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ مضمون نگار میں اگر ایمان و انصاف کا کوئی حصہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کی رائے کی قدر کرتا جو انگریزی پڑھنے کو کفر کہتے تھے۔ کیونکہ واقعات نے ان کے خیال کی صحت

کو روز روشن کی طرح صحیح ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ سب انگریزی پڑھنے کے برکات ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو۔ کسی طرف سے شور ہوتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے خوب سود لو۔ کوئی آواز دیتا ہے کہ پردہ ظلم ہے وحشت ہے۔ مانع ترقی ہے اسے اٹھا دو۔ کوئی چیختا ہے کہ خدا نے کمسنی کی شادی کو جائز رکھ کر قوم کو نقصان پہنچایا۔ اسے منسوخ کر دو۔ کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا ہے اور یہ خدا کی غلطی ہے اس لئے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو۔ کوئی کہتا ہے کہ پرانے فقہ نے ہمیں تباہ کر دیا۔ نیا فقہ بناؤ۔ جس میں تمام حرام چیزیں حلال کر دی جائیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعے سے اسلام کا خاتمہ کر دو وغیرہ وغیرہ۔ الغرض دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور صرف انگریزی والوں نے اٹھا رکھا ہے جس میں دنیا پرست مولوی بھی شریک ہو گئے ہیں۔ اور یہ تمام واقعات اس کی تصدیق

کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے۔ لیکن مضمون نگار بجائے ان کی تصویب کے الٹا ان کو بیوقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یوں ہی وہ کل پردہ مروجہ کی حمایت پر پچھتائیں گے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے۔ نہ کبھی پچھتائے اور نہ وہ پچھتائیں گے۔ جو پردہ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں۔ یوں ہی حامیان پردہ' پردہ دری کے مفاسد کو دیکھ کر کل کو اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے۔ جبکہ ہندوستان علانیہ زنا اور فسق و فجور کی وجہ سے رشکِ یورپ ہوگا اور نہ ہندوستان میں کوئی صحیح النسب ملے گا اور نہ کوئی شریف اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے جبکہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو ان کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی اور ان کو ان کی حریت اور تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔ الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پچھتانے کی کوئی

وجہ اور نہ پردہ مروجہ کی حمایت پر۔ اگر بد دینوں نے انگریزی کے باب میں علماء کی مخالفت کی تو اپنا ہی ضرر کیا۔ علماء کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ رہی یہ بات کہ علماء اگر کسی معتدل بات پر متفق ہو جاویں تو اس فتنہ کی آگ رک سکتی ہے سو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جن باتوں پر علماء متفق تھے ان میں اہل ہوٰی نے کب ان کا ساتھ دیا۔ اسی طرح اگر پردہ کے باب میں وہ متفق ہو جاویں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے وہ علماء کے فتوٰی کو کب مانیں گے۔ ایسی حالت میں علماء کو حق پر قائم رہنا لازم ہے۔ خواہ اہل ہوٰی ان کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت۔ علماء صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ.

اب ہم مضمون نگار کی اس رائے کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خیر الامور اوسطہا کہا ہے اور کہتے ہیں کہ

مضمون نگار کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ عورتوں کو اتنا مقید کیا جاوے۔ کہ وہ گھروں کے اندر محبوس رہیں اور نہ اتنا آزاد کہ کھلے منہ دوں پھریں بلکہ ان کو برقع میں لپیٹ کر آزادی دی جائے۔ جیسے مسٹر محمد علی آزاد ہیں۔ لیکن اس میں اول تو یہ کلام ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانون شرعی کی بناء پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے اگر آپ نے یہ تجویز کسی شرعی قانون کی بناء پر کی ہے تو اس کو پیش کیا جاوے اور اگر ذاتی رائے سے کی ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دین الہٰی میں اپنی رائے کو دخل دیں اور اگر آپ نے یہ تجویز خیر الامور اوسطھا سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا چاہیے کہ آپ ایک دن توحید خالص کو افراط اور شرک ہنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں کی تثلیث کو خیر الامور اوسطھا قرار دیں گے "اے اللہ کے بندو تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے پڑے ہو اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا کے قوانین کی تسلیم نہیں تو صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دین کو ظلم اور

جبر اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ پردہ مروجہ بھی اس پردہ سے گرا ہوا ہے جس کو شریعت لازم کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سے غیر محرموں سے پردہ نہیں کیا جاتا۔ جیسے چچازاد بھائی۔ ماموں زاد بھائی اور جن سے پردہ کیا جاتا ہے ان سے پردہ میں کافی احتیاط برتی جاتی ہے۔ اس لئے شرعاً اسے اور سخت کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں کوئی تخفیف نہیں ہو سکتی۔ پردہ سے شریعت کا مقصود عفت ہے۔ پس جو طریق ایسا اختیار کیا جائے جس میں عفت پر دا اثر پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ عورتیں کھلے منہ پھریں یا برقعہ اوڑھ کر۔ کیونکہ جب کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلف باتیں کرے گی تو اول تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو (کہ خوبصورت ہے یا بد صورت جوان ہے یا بوڑھی وغیرہ) خود نظر سے اور انداز گفتگو سے بھانپ لیں۔ اور اگر بالفرض نہ بھانپ سکیں تو وہ ان باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے جس سے عفت خطرہ میں پڑ جاوے گی۔ دوسرے خود عورتیں برقع کی جالی سے مردوں کو دیکھیں گی اور

چونکہ عورتوں میں بھی جذبات شہوانی ہوتی ہیں۔ اس لئے جو مرد انہیں پسند ہوگا اس کے پھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی۔ اور جب عورتیں خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کیا کام دے سکتا ہے۔ اس لئے برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلا ملا کی اجازت دینا ضرور شرعی مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے یوں ہی اس نے عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین کے اس سوال کے جواب میں کہ ابن ام مکتومؓ نابینا ہیں وہ ہم کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے ان سے پردہ کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا تھا کہ وہ نابینا ہیں تم تو نابینا نہیں ہو۔ پس اگر وہ تم کو نہ دیکھیں گے تو تم تو انہیں دیکھو گی۔ پھر پردہ کیا ہوا۔ اس سے شرعی پردہ کی حقیقت خوب واضح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیویوں اور رشتہ داروں

کو برقع اڑھا کر اپنے ساتھ لئے پھرتے ہوں۔ اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور ان سے لیکچر دلاتے اور تقریریں کراتے اور دوست آشناؤں سے ملاقاتیں کراتے ہوں۔ پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خیر الامور اوسطھا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔ دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعہ افک[1] پیش آیا ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہؓ تھیں مگر برقع پہنے ہوئے اور آزاد نہ تھیں۔ بلکہ آج کل کی عورتوں کی طرح محمل میں تھیں۔

اسی طرح جنگ جمل میں بھی حضرت عائشہؓ برقع پوش نہ

---

[1] یعنی تہمت کا واقعہ

تھیں بلکہ محمل تھیں۔ اگر اس زمانہ میں برقع پہن کر آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محمل کی کیا ضرورت ہوتی۔ اور اس زمانہ میں برقع پہن کر شہروں میں اور جنگلوں میں اور مجمعوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جا رہی ہے وہ ہے جس سے نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے نہ صحابہ تابعین اور نہ ائمہ مجتہدین اور نہ دوسرے مسلمان۔ پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں۔

صاحبو! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں۔ شراب بھی پیتے ہیں۔ زنا بھی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ سو اگر تم کو بھی جرائم کا شوق ہے تو شوق سے کرو۔ مگر خدا کے لئے قانونِ الٰہی کو نہ بدلو اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو بلکہ جرم کو جرم سمجھو۔ آپنے کو گنہگار سمجھو دوسروں کو بد دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو اور قانونِ الٰہی کی تحریف کر کے جرائم کو قانونِ خداوندی میں داخل کر کے خدا کو نعوذ باللہ جاہل سمجھ کر دوسروں کو خدا کے دین سے روک کر تم مسلمان نہیں رہ سکتے تمت الضمیمۃ وبتمامہا تمت الفتویٰ بجمیع اجزائہا ولو احقہا۔